ہمارے لسانی جھگڑوں کا ایک بہترین حل — جناب مظفر عباسی ایم اے گھوڑہ گلی - مری

وقت کا تقاضا ——— عالمی زبان اور عربی

اس میں شک نہیں کہ دیگر مخلوقات پر بنی نوع انسان کی شاندار علمی اور معاشرتی تفوق اور برتری میں زبان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مگر آج عالم انسانیت جن خطرات سے دوچار ہے اس میں بھی بڑا دخل لسانی مسائل کا ہے۔ دنیا بھر کی اقوام وملل کے درمیان اتحاد واتفاق کے لئے ایک مشترکہ ثانوی عالمی زبان کا ہونا ضروری ہے اور فاضل مقالہ نگار نے نہایت محنت اور عرقریزی سے ثابت کیا ہے۔ کہ اس معیار پر اگر کوئی زبان پوری اترتی ہے تو وہ ہے صرف عربی زبان — توقع ہے کہ یہ مضمون ہر حلقہ میں غور اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ (س ح)

اس وقت دنیا میں کم وبیش ساڑھے تین ہزار زبانیں اور بولیاں رائج ہیں۔ زبانوں کی کثرت اور بولیوں کے اختلاف نے اقوام وملل کے معمولی اور سطحی نوعیت کے اختلافات کو شدید اور خطرناک بنا دیا ہے۔ برصغیر پاک وہند کے مشہور عالم اور لسانیات کے فاضل علامہ سید سلیمان ندوی نے ۱۹۱۵ء میں فرمایا تھا:

"اگر ہندوستان ایک ملک بننا چاہتا ہے اور اس کے قومی تعلیمی اور سیاسی خیالات کو حیثیت ایک قوم اور ایک ملک کے ترقی کرنا ہے تو ایک مشترک زبان کے بغیر چارہ نہیں" (نقوش سلیمانی ص ۶)

اور دس سال بعد ۱۹۲۵ء میں ارشاد کیا تھا:

"اس وقت کوئی ایسا عقلمند ہندوستان میں نہیں جو اس ملک کیلئے ایک عام اور مشترک زبان کی ضرورت سے انکار کرے۔ اگر ہندوستان کو ایک قوم بننا ہے

تو مقامی زبانوں کے سوا ایک نہ ایک عام زبان بنانی پڑے گی۔ (نقوشِ سلیمانی صہ ۲۲۶)

علامہ ندوی صاحب مرحوم کی ان عبارتوں سے اس امر کی تصدیق و تائید ہوتی ہے کہ انسانوں میں اتحاد اور تعاون کیلئے ایک عام اور مشترک زبان کا ہونا ضروری ہے۔

نیز جسطرح برِّ صغیر کی مختلف اقوام و ملل کے اتحاد کے لیئے ایک بین الصوبائی قسم کی زبان کا ہونا ضروری تھا۔ اسی طرح آج دنیا بھر کی اقوام و ملل کے درمیان اتفاق و اتحاد کے لیئے ایک عالمی یا بین الاقوامی زبان کا ہونا بھی ضروری اور لابدی ہے۔

انسان کی مادی اور معاشرتی ترقی کا راز زبان کی وسعت اور ترقی میں ہے۔ اگر انسان دوسرے جانداروں کی طرح اپنی زبان کو چند آوازوں تک محدود رکھتا تو مختلف افراد قومیں اور نسلیں ایک دوسرے کے تجربات سے استفادہ نہ کر سکتیں۔ اس لئے کہ انسان کی تمام تر ترقی باہمی تعاون ایک دوسرے سے ہمدردی اور افہام و تفہیم کی بدولت ہوئی ہے۔ اور یہ امور ایک ترقی یافتہ زبان کے بغیر متصوّر نہیں ہو سکتے۔

حاصل کلام یہ کہ:

۱۔ انسان نے دوسرے جانداروں کے مقابلے میں جو شاندار معاشرتی ترقی کی ہے وہ زبان کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔

۲۔ آج زبان کی شاخ در شاخ تقسیم اور بولیوں کے اختلاف نے دنیا بھر کے انسانوں میں اختلافات پیدا کر دئیے ہیں۔ ایسے اختلافات جنہوں نے نہ صرف ترقی بلکہ عالم انسانیت کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔

عالمی زبان | عالمی زبان سے مراد ایک ایسی زبان ہے جو ساری دنیا میں رائج ہو اور جس کے ذریعہ مختلف اقوام و ملل کے لوگ ایک دوسرے سے میل جول اور روابط بڑھا سکیں، بعض لوگ عالمی زبان کو قومی اور علاقائی زبانوں کے لیئے خطرہ خیال کرتے ہیں۔ جسطرح ہٹلر نے عالمی زبان اسپرانتو (ESPERANTO) کو جرمنی کی قومی زبان کے لیئے خطرہ تصوّر کرتے ہوئے اسے ملک میں خلاف قانون قرار دیدیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی زبان کسی ملکی قومی یا علاقائی زبان کیلئے خطرہ نہیں ہوگی۔ جدید لسانیات کے ماہر بوڈمر (BODMER) نے اپنی کتاب "دی لوم آف لینگویج" (THE LOOM OF LANGUAGE) کے گیارہویں باب میں اس قسم کے تمام فرضی خطرات اور خدشات کی تردید کر دی ہے اور عالمی زبان کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ــــ کہ:

"عالمی زبان ہر ملک میں ثانوی زبان کے طور پر رائج ہوگی۔ آج بھی دنیا بھر کے مدارس میں بچے مادری زبانوں کے ساتھ ساتھ لازمی طور پر ایک یا ایک سے زیادہ غیر ملکی زبانوں کی درس و تدریس اور رواج سے کسی ملک اور قوم کی زبان کو خطرہ نہیں تو عالمی زبان کی تعلیم سے خطرہ کیوں ہوگا۔" (کتاب مذکور صہ ۵۳ ۔ صہ ۵۲)

ضرورت کا احساس اسلام نے روزِ اول سے ہی عالمی زبان کی ضرورت کا احساس کرلیا تھا، چنانچہ قرآن کریم کی تلاوت، نماز اور خطبات جمعہ وعیدین کیلئے عربی زبان کو بین الاقوامی سطح پر لازمی قرار دیا ہے۔ گویا جس ضرورت کا احساس اہل دنیا نے بعد از خرابی بسیار تجربات کی روشنی میں آج کیا ہے۔ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے کرلیا تھا۔

اس سے پہلے کہ یہ بتایا جائے کہ کس ملک یا قوم کے لوگوں نے عالمی زبان کی ضرورت کا احساس کب کیا ہے۔ اور پھر اس باب میں کس نوعیت کی کوششوں کو کام میں لایا گیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب و علل کی نشاندہی کی جائے جو اس احساس کے محرک ہوئے ہیں۔

مسلمانوں میں عالمی زبان کی ضرورت کا احساس اشاعتِ اسلام اور وسیع و عریض سلطنت کے نظم و ضبط نے پیدا کیا تھا۔ اموی خلافت کے زمانے میں فتوحات کا سلسلہ پھیل گیا اور اندلس سے سندھ تک کی وسیع مملکت ایک مرکزی حکومت کے تحت چلنے لگی تو ارباب سیاست نے ایک ایسی زبان کی ضرورت محسوس کی جو پورے عالم اسلام میں افہام و تفہیم کا ذریعہ ہوتی۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان نے عربی کو پورے عالم اسلام کی سرکاری زبان قرار دیدیا۔ اور کوشش کی کہ مملکت کے مختلف حصوں میں بولی جانے والی علاقائی زبانوں کے دوش بدوش عربی کو رائج اور عام کیا جائے۔

امویوں کے بعد عباسی دور کے خلفاء نے غیر ملکی زبانوں کے عربی میں تراجم کا سلسلہ شروع کیا اور لاطینی، یونانی، عبرانی، فارسی اور سنسکرت زبانوں میں لکھی ہوئی کتابوں کو عربی میں منتقل کر دیا۔ اس طرح ایک آدمی کے لئے صرف عربی کے سیکھ لینے سے مختلف زبانوں میں تصنیف کی گئی کتابوں کا مطالعہ ممکن ہوگیا۔

اسلام ایک تبلیغی اور بین الاقوامی مذہب (دین) ہے۔ مسلمان جہاں کہیں گئے انہیں زبانوں کی مغایرت کا شدت سے احساس ہوا اور جب دیکھا کہ زبانوں کا اختلاف دین کی اشاعت میں حائل ہو رہا ہے تو انہوں نے جا بجا درس گاہیں قائم کرکے عربی زبان کی درس و تدریس شروع کردی اور غیر عرب اقوام کو ثانوی زبان کے طور پر عربی سکھانے میں سہولت کی خاطر عربی زبان کے قواعد

(GRAMMER) کا فن ایجاد کیا۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ عربی قواعد (GRAMMER) کی مستند ترین کتابیں غیر عرب علماء کی تصنیف کردہ ہیں۔

سقوطِ بغداد کے سانحے کے بعد مسلمان سیاسی اقتدار سے محروم ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ مغربی یورپ اور خاص کر برطانیہ اور فرانس نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا۔ ان ملکوں کے سیاستدانوں نے مذہب کو دنیاوی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ اور اسکی صورت یہ نکالی کہ عیسائیت کی تبلیغ کے بہانے کم ترقی یافتہ اور پسماندہ ملکوں میں پادری (مبشر) بھیجے اور ان کے پیچھے فوجی جرنیلوں اور سیاسی شاطروں نے پیش قدمی کی۔ پادریوں نے تبلیغ کے دوران اور جرنیلوں نے فوجی کارروائیوں اور ان کے بعد نوآبادیات میں نظم و نسق کے دوران ایک مشترک زبان کی ضرورت محسوس کی۔ برّصغیر پاک و ہند میں رومن اردو۔ کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کا قیام اور میرامن دہلوی کے "باغ و بہار" جیسے طویل افسانے انگریز حکمرانوں کے زبان کی ضرورت کے بارے میں اسی احساس کا نتیجہ ہیں۔

سترویں صدی کے شروع تک یورپ میں لاطینی (LATIN) علمی زبان کے طور پر رائج تھی۔ یورپ کے ہر حصے اور قوم میں اسکی درس و تدریس کا اہتمام تھا۔ اس طرح انہیں ایک ایسی زبان حاصل تھی جو اس برّاعظم کی مختلف اقوام میں افہام و تفہیم کا ذریعہ تھی۔ ایشیا، افریقہ اور امریکہ میں فتوحات اور نوآبادیات کے قیام نے یورپ کے مختلف ملکوں اور طاقتوں کے درمیان رقابت حسد عناد اور مخالفت کے جذبات پیدا کر دئے۔ اور اس طرح یورپ سرد و گرم دونوں قسم کی خانہ جنگی کا شکار ہو گیا۔ اس خانہ جنگی میں فتح حاصل کرنے کیلئے سیاست دانوں نے اپنے اپنے ملک کے عوام میں نسلی اور ملکی برتری کا جذبہ ابھارنے کی کوشش کی اور ہر ملک کے حکمرانوں نے اپنی قومی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دیکر لاطینی (LATIN) کیلئے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ زبانوں کی دلدل میں پھنس گیا۔

یورپ کے عاقبت اندیش اور خیر خواہ دانشوروں نے محسوس کیا کہ زبانوں کا اختلاف کسی روشن مستقبل کی علامت نہیں، انہوں نے لاطینی کو مشترک اور بین الاقوامی زبان بنائے رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ لیکن لاطینی کی اندرونی خرابی نے ان کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ ایک طرف مقامی زبانوں کی برتری کا عام رجحان اور دوسری طرف لاطینی زبان کی مشکلات دو ایسے امور تھے جنہوں نے اس زبان کے زوال کو یقینی بنا دیا۔ نوجوان نسل نے لاطینی زبان کے

قواعد (GRAMMAR) کے ناقص ہونے پر اعتراض کیا، اور کہا کہ ہمارے پاس اتنا زیادہ وقت نہیں کہ سائنسی علوم کی تعلیم سے پہلے عمرِ عزیز کا گرانمایہ حصہ لاطینی کے قواعد رٹنے میں صرف کر دیں۔ ظاہر ہے کہ نوجوان نسل کا لاطینی سے فرار ایک قدرتی امر تھا۔ اور ان کے اعتراض کا ان دانشوروں کے پاس کوئی جواب نہ تھا جو لاطینی کو زندہ رکھنے کی کوشش میں تھے۔

آخر یورپ کے بہی خواہ دانشوروں نے لاطینی کی جگہ کسی دوسری زبان کی تلاش شروع کی جسے پورے برّاعظم میں مشترک زبان کی حیثیت سے اپنایا جاتا۔ لیکن اہلِ یورپ کی بدقسمتی کہیئے کہ انہیں یورپ میں رائج قومی زبانوں میں کوئی زبان بھی ایسی نہ مل سکی جس میں مشترک زبان ہونے کی صلاحیت ہوتی ——

مصنوعی زبانیں | یورپ کے ماہرین لسانیات برّاعظم میں رائج زبانوں کی صلاحیتوں سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے مصنوعی زبان (ARTIFICIAL LANGUAGE) کی تیاری پر سوچنا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں یورپ کے ماہرین نے جس قدر محنت کی اسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں، البتہ چند بنیادی اور ضروری باتیں یا اشارات ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں:

۱۔ ۱۶۲۹ء میں فرانس کے ایک فلسفی نے جو علمِ ریاضی کا ماہر بھی تھا پہلی بار مصنوعی زبان کی تیاری کی تجویز پیش کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ ایسی زبان بنائی جا سکتی ہے جس کا ذخیرۂ الفاظ صرف ایک دن کی محنت سے ذہن نشین ہو جائے۔

۲۔ ۱۶۶۸ء میں بشپ ولکنز (BISHOP WILKINS) نامی ایک ماہر لسانیات "فلسفیانہ زبان" (PHILOSOPHICAL LANGUAGE) کے عنوان پر ایک مضمون لکھا جس میں فرانس کے مذکورہ بالا فلسفی کے خیالات کی تائید اور اسے عملی جامہ پہنانے کے اقدامات کی وضاحت کی گئی تھی:

۳۔ ۱۶۶۱ء میں ڈالگرنو (DALGARNO) نام کے ایک عالمِ لسانیات نے ایک ایسی زبان تیار کی تھی جس کا ذخیرۂ الفاظ ریاضی کے اعداد کی طرح آسان اور قابلِ فہم تھا۔ اس نے ایک جیسے معانی کے لئے ایک جیسے کلمات تجویز کئے تھے۔ ہاتھی، گھوڑا، گدھا اور خچر باربرداری کے کام آنے والے چار جانور ہیں جو ایک دوسرے سے کام کی نوعیت کے اعتبار سے تعلق رکھتے ہیں۔ "ڈالگرنو" کی زبان میں ان چاروں جانوروں کے لئے جو کلمات مخصوص تھے وہ بھی آپس میں قریبی ربط رکھتے تھے۔ مثلاً ہاتھی کے لئے "نیکا"، گھوڑے کے لئے "نیکے"، گدھے کیلئے "نیکی" اور خچر کیلئے "نیکو" کا لفظ تھا۔

۴ - ۱۶۶۴ء میں برطانیہ کی رائل سوسائٹی نے انگریزی کی اصلاح کیلئے ایک کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی کا قیام اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ انگریزی ناقص زبان ہے اور اس میں بین الاقوامی زبان ہونے کی صلاحیت نہیں۔ اس کمیٹی نے کیا سفارشات کیں یا انگریزی کی اصلاح کے سلسلے میں کیا خدمات سرانجام دیں۔؟ اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا، البتہ اس کمیٹی نے " دالگرنو " کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ کی تیار کردہ زبان کو عالمی زبان کے طور پر قبول کرلینے کی بادشاہ کو سفارش کی گئی ہے۔

۵ - بشپ ولکنز (BISHOP WILKINS) نے جو زبان مرتب کی تھی اسکی ایک خوبی یہ تھی کہ اس میں دوسری زبانوں کے تراجم یا اس زبان کے دوسری زبان میں ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ کسی ایک زبان کی کتاب کو ولکنز کے تیار کردہ رسم الخط میں لکھ دینے سے اس میں یہ خوبی پیدا ہوجاتی تھی کہ وہ لوگ بھی اس کتاب کو سمجھ سکتے تھے جو اس زبان سے واقف نہیں ہوتے تھے۔ جس میں کتاب لکھی گئی تھی۔ گویا ولکنز نے تلفظ ایجاد نہیں کیا تھا رسم الخط مرتب کیا تھا۔ ولکنز (WILKINS) نے اس ایجاد کا تصوّر ریاضی کے اعداد اور چینی کے رسم الخط سے لیا تھا۔ ریاضی کے اعداد لکھنے والا کسی زبان میں لکھے پڑھنے والا اپنی زبان میں پڑھ لیتا ہے، یہی حال چینی زبان کا ہے۔

چین میں آٹھ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن یہ سب ایک ایسے مشترک خط میں لکھی جاتی ہیں کہ شمالی چین کی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کو جنوبی چین میں رہنے والا وہ شخص بھی پڑھ سکتا ہے جسے شمالی چین کی زبان سے قطعاً کوئی واقفیت نہیں۔ گویا چین کے مختلف حصوّں میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے سے بات چیت تو نہیں کرسکتے ہیں۔ سارے چین میں ایک ہی اخبار پڑھا جاسکتا ہے۔ باوجودیکہ سارے چین میں آٹھ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ دراصل چینیوں کا رسم الخط تصویری رسم الخط کی ایک صورت ہے جو چین کی آٹھ مختلف زبانوں کیلئے مشترک حیثیت رکھتا ہے۔ اور ولکنز نے جو رسم الخط ایجاد کیا تھا وہ ساری دنیا کی زبانوں کیلئے استعمال کیا جاسکتا تھا۔ یا کم ازکم ولکنز کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کے ایجاد کردہ رسم الخط میں عالمی ہونے کی صلاحیت ہے۔

۶ - ۱۸۷۹ء جرمنی کے ایک دانشور نے جس کا نام "جان مارٹن شیلیر (JOHANN MARTIN SCHLEYER) تھا۔ وولاپک (VOLAPUK) نام سے ایک زبان ایجاد کی یہ پہلی

خوش نصیب مصنوعی زبان تھی جسے لکھا اور پڑھا گیا اس میں کتابیں تصنیف کی گئیں اور تراجم ہوئے اس زبان کی ایجاد کے صرف دس سال بعد ۱۸۸۹ء میں اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وولاپوک کے حمایتی دو لاکھ سے اوپر تھے۔ دو درجن رسالے اور تیس سو سے اوپر جماعتیں اس کی نشر و اشاعت میں مصروف تھیں، وولاپوک کا مقصد اس کے نام اور نعرے سے ظاہر ہے ـــ وولاپوک (VOLAPUK) اسی زبان کے دو کلمات سے مرکب ہے۔ "وولا" (VOLA) یعنی "عالمی" اور "پوک" (PUK) یعنی "زبان" ـــ عالمی زبان ـــ اس زبان کے حامیوں کا نعرہ (MOTTO) تھا ـــ MENADE BAL PUKI BAL ـــ (ONE LANGUAGE FOR ONE HUMANITY) یعنی ایک انسانیت کیلئے ایک زبان۔ افسوس کہ یہ زبان اپنے ہی چاہنے والوں کے باہمی اختلافات کے بعد جس سرعت سے پھیلنی شروع ہوئی تھی۔ اس سرعت سے ۱۸۸۹ء میں انحطاط کا شکار ہو گئی۔

۷۔ ۱۸۸۷ء میں "وولاپوک" کے زوال سے دو سال پہلے موجودہ زمانے کی مشہور اور کامیاب ترین مصنوعی زبان "اسپرانتو" (ESPERANTO) ایجاد ہوئی اس کے موجد کا نام "زامن ہوف" (ZAMENHOF) تھا جو پولینڈ کا باشندہ تھا۔ یہ زبان آج تک زندہ اور ترقی پذیر ہے اس وقت امریکہ روس اور چین جیسے باہمی مخالف اور متحارب ملکوں میں بھی اس کے حامی اور اسکی نشر و اشاعت کرنے والے ادارے موجود ہیں۔ اٹلی کے ایک شخص نے حال ہی میں قرآن کریم کا اسپرانتو میں ترجمہ کیا ہے۔

اسپرانتو (ESPERANTO) کی ایجاد کے بعد بھی بہت سی مصنوعی زبانیں ایجاد کی گئیں ہیں جن میں سپیلین (SPELIN) یونی ورسل (UNIVERSAL) ایدو (IDO) اور اسپرانتیدو (ESPERANTIDO) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن "اسپرانتو" جیسی کامیابی اور شہرت کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ "اسپرانتو" ایک زندہ اور ترقی پذیر زبان ہے۔ اس کے مطالعہ سے یورپیائی زبانوں کے انداز اور سٹائل کا پتہ چل جاتا ہے۔ نیز "سکاوٹ" اور "ریڈکراس" کی عالمی تحریکوں کی طرح "اسپرانتو" کی تحریک بھی ایک عالمی علمی اور باہمی تعاون کی تحریک ہے۔ ان حالات میں میری تجویز ہے کہ ہمارے جامعات (یونیورسٹیوں) کے نصاب میں جہاں دنیا کی بہت سی مردہ زبانوں کو اختیاری حیثیت دی گئی ہے۔ "اسپرانتو" کو بھی اختیاری زبان کی حیثیت دی جائے۔

<u>بنیادی انگریزی</u> اوپر کی سطور میں یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ ۱۶۶۲ء میں انگریزی کی اصلاح کر کے اسے عالمی زبان بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت تو یہ کوشش ابتدائی مراحل

ہی پہ ختم ہو گئی تھی۔ لیکن ۱۹۳۰ء میں ایک انگریز نے از سر نو کوشش کر کے "بنیادی انگریزی" (BASIC ENGLISH) تیار کی، اس میں خوبی یہ ہے کہ ۸۵۰ کلمات پر مشتمل ذخیرہ الفاظ سے جو چالیس ہزار کلمات کی جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔ اور اسکی گرامر کے صرف سولہ قاعدے یاد کرنے پڑتے ہیں۔ اس زبان کی ایجاد یا ترتیب کے بعد ۱۹۴۰ء میں اسکی اشاعت کے لئے باقاعدہ کوشش شروع کی گئی اور آج پاکستان کی افواج میں بھی یہ زبان (بیسک انگلش) رائج ہے۔ اس کا محدود ذخیرہ الفاظ اور چند قواعد پر عبور حاصل کرنے کیلئے تین اور چھ ماہ کی مدت صرف ہوتی ہے۔

انگریزوں کی اس کوشش کے دیکھا دیکھی امریکیوں نے خاص انگریزی (SPECIAL ENGLISH) ترتیب دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انگریز اور امریکی یہ نہیں چاہتے کہ ان کی زبان انگریزی کے علاوہ کوئی دوسری زبان عالمی زبان کا درجہ حاصل کرلے۔ انہیں "اسپرانتو" کی مخالفت کے لئے کوئی دلیل ہاتھ نہیں آئی تو اس کے مقابلے میں بیسک اور سپیشل انگریزی رائج کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے شاید انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ دنیا انگریزی اور اس کے پرستاروں (انگریزوں اور امریکیوں) کو ٹھکرا چکی ہے۔ اور ان کے اپنے مفکر لارڈ رسل اور ٹائن بی وغیرہ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اب عالمی سیاست اپنا رخ بدل رہی ہے۔

> جہاں تک انگریزی زبان کا تعلق ہے اس سلسلہ میں اس زبان کے تمام ماہر بغیر کسی اختلاف رائے کے اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ زبان نہایت بے ربط بے ڈھنگی اور بے لطف ہے، نہ اس میں فرانسیسی یا عربی فارسی جیسی حلاوت اور شیرینی ہے اور نہ ہی اسکی ساخت بناوٹ، سٹائل اور قواعد میں معقولیت ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے اب تک کی معروضات کا خلاصہ ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ زبانوں کی کثرت اور بولیوں کا اختلاف عالمی سطح پر انسانوں میں اتفاق اور تعاون کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

۲۔ مختلف ملکی یا قومی زبانوں کے ساتھ ساتھ ایک عالمی یا بین الاقوامی زبان کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔

۳۔ اسلام نے عالمی زبان کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے عربی زبان کو مسلمانوں کیلئے لازمی قرار دیا ہے۔

۴۔ یورپ کے ماہرین لسانیات نے یہ حقیقت تسلیم کر لی ہے کہ لاطینی (LATIN) یا

یورپ میں متعارف کسی دوسری زبان میں عالمی زبان کا درجہ حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں۔

۵۔ یورپ کے دانشوروں اور ماہرین لسانیات نے مختلف مصنوعی زبانیں ایجاد کیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی عالمی زبان کا درجہ حاصل نہ کرسکی سوائے "اسپرانتو" کے جو ابھی تک زندہ در ترقی پذیر ہے۔

۶۔ انگریزوں اور امریکیوں نے انگریزی کے ذخیرہ الفاظ کو محدود کرکے اسے عالمی زبان کے طور پر مقبول بنانے کی کوشش شروع کر رکھی ہے۔ (باقی آئندہ)

دیانتداری اور خدمت
ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں
کا
شکریہ ادا کرتے ہیں
جنہوں نے
پستول مارکہ آٹا
پسند فرماکر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے

ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجیے
جسے
آپ بہتر پائیں گے

نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ

فون نمبر 126